بحث و تحقیق

مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار نقشبندی

# فتنۂ قادیانیت

اور

## مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور فتنۂ قادیانیت کے عنوان سے الحق میں سلسلۂ بحث و تحقیق گذشتہ تین چار ماہ سے چل رہا ہے۔ ادارہ الحق اس سلسلہ میں اپنا حق رائے محفوظ رکھتے ہوئے کسی بھی فریق کی فوقیت یا موقف کے کمزور ہونے کا عندیہ دئے بغیر دونوں طرف کے مضامین کو اس لئے شائع کر رہا ہے کہ اس سلسلہ میں ٹھوس اور واضح دلائل سے اصل حقیقت، کی تنقیح ہو جائے۔ ملک و بیرون ملک قارئین نے اس سلسلہ مضامین کو پسند فرمایا ہے بلکہ دل کھول کر بحث میں حصہ بھی لیا ہے صفحات میں گنجائش کی قلت کے پیش نظر افکار و تاثرات میں بطور نمونہ بعض قارئین کے چند ایک خطوط بھی شریک اشاعت ہیں۔ ذیل کا مضمون بھی اسی سلسلۂ بحث و تحقیق کی مزید پیش رفت ہے۔ جوابی مضمون کو بھی اسی اہمیت اور خصوصیت سے شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ)

موقر" الحق" کے نومبر ۱۹۸۹ء کے شمارے میں جناب طالب ہاشمی صاحب کا دوسرا مضمون نظر نواز ہوا۔ جو راقم الحروف کے مضمون کے جواب میں ہے جس میں بندہ نے مولانا عبدالماجد جیسی مسلّمہ دینی علمی شخصیت اور عظیم مفسر قرآن پر اٹھائے گئے نکتۂ اعتراض کا دفاع کیا تھا۔ کہ

" مولانا مرحوم فتنۂ قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔"

جن حضرات نے مولانا مرحوم کی کتابیں خصوصاً "تفسیر ماجدی" نہیں دیکھی ہے ان کا اس شبہ میں پڑنا لازمی تھا کہ قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے کا شاید یہ بھی مطلب ہے کہ مولانا مرحوم عقیدۂ ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام کے بارے میں بھی کوئی نرم گوشہ رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ صورت ملزوم اور لازم کی حیثیت رکھتی ہے اور ظاہر ہے کہ:۔

"ثبوتُ الملزوم یَستلزمُ ثبوت الازم"

ملزوم کا ثبوت لازم کے ثبوت کو مستلزم ہے۔

ماہِ نو کی گود میں موجود ہے ماہِ تمام

ماہِ نو آیا تو بس ماہِ تمام آ ہی گیا

میں نے اپنے سابقہ مضمون میں مولانا مرحوم کی تفسیر ماجدی سے علیٰ رءوس الاشہاد یہ ثابت کیا تھا کہ مرحوم از روئے قرآن و حدیث و فقہ عقیدۂ ختم نبوت پر سختی سے قائم تھے۔ یہاں تک کہ ہر قسم کے مدعیِ نبوت کو کافر، مرتد اور حکومت اسلامی میں واجب القتل سمجھتے تھے۔ اور حیاتِ مسیح کو بھی قرآن و حدیث اور اجماع سے ایک ثابت شدہ حقیقت مانتے تھے۔ اور قادیانیوں پر تاریخی شواہد اور تحقیق کی بنا پر یہ طنز بھی کیا تھا کہ دراصل انہوں نے بعض عیسائی فرقوں سے وفاتِ مسیح کا عقیدہ اخذ کیا ہے اور اسے اپنے مطلب کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

جناب طالب ہاشمی صاحب نے اپنے اولین مضمون میں جن اکابر سے متاثر ہونے کا ذکر فرمایا ہے ان میں مولانا عبدالماجد کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا نام بھی شامل ہے۔ موصوف نے جس مسئلے کی بنا پر مولانا عبدالماجد پر گرفت کی۔ اس سلسلے میں انہوں نے مولانا آزاد اور مولانا مودودی کی طرف نگاہِ التفات مبذول نہیں کی۔ میں نے بھی اپنے پہلے مضمون میں اس مسئلے پر گفتگو کرنا اپنے موضوع سے باہر سمجھا لیکن ع مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات

کی بنا پر اور مذکورہ علمیہ تقاضوں کے پیشِ نظر اب مولانا آزاد اور مولانا مودودی کے پورے احترام کے ساتھ ان کے بعض ارشادات پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

**مولانا آزاد اور حیاتِ مسیح** مولانا آزاد نے ۱۹۱۲ء میں "الہلال" جاری کیا تھا۔ اور مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں میں مرزا کے دعویٰ نبوت اور دعوائے مسیحیت نے ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ لیکن مولانا آزاد نے ان کی تردید میں کوئی کردار ادا نہیں کیا اور اس طرح خاموش رہے گویا کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ اور جب "ترجمان القرآن" کے نام سے قرآن کی تفسیر لکھنی شروع کی تو اس وقت بھی ردِ مرزائیت کا مسئلہ ان کے پیشِ نظر نہیں رہا۔ ترجمان القرآن جلد اول میں جہاں حیاتِ مسیح اور ان کے رفع جسمانی کا ذکر ہے وہاں بھی انہوں نے امام الہند کی حیثیت سے مسلمانوں کی وہ رہنمائی نہیں کی جو انہیں کرنی چاہیے تھی اس سلسلے میں مولانا کے ارشاداتِ گرامی پیش کئے جاتے ہیں:-

ترجمان القرآن کے ارشادات | یٰعِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (آلِ عمران)

(نوٹ) حضرت مسیح کی نسبت خدا کا وعدہ۔

۱۔ میں تیرا وقت پورا کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔

۲۔ تیرے منکروں نے تیرے خلاف جو افترا پردازیاں کی ہیں ان سے تیری پاکی آشکارا کروں گا۔

۳۔ جو لوگ تیرے ماننے والے ہیں انہیں تیرے منکروں پر قیامت تک برتر رکھوں گا۔

۱۔ یہودیوں کی حضرت مسیح کے خلاف مخفی اور پیچ در پیچ سازش، مگر اللہ کا انہیں ناکام کرنا اور حضرت مسیح کو اپنی حفاظت میں لے لینا۔

وَمَا قَتَلُوہُ وَمَا صَلَبُوہُ وَلٰکِن شُبِّہَ لَہُم۔

(نوٹ) وہ (یہود) کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح کو سولی پر چڑھا کر ہلاک کر دیا۔ حالانکہ نہ تو وہ ہلاک کر سکے نہ مصلوب کر سکے۔ بلکہ حقیقت حال ان پر مشتبہ ہو گئی۔ اور اللہ نے حضرت مسیح کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

آیت میں جس اشتباہ کا ذکر ہے اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حضرت مسیح کی موت مشتبہ ہو گئی۔ وہ زندہ تھے مگر انہیں مردہ سمجھ لیا" (بحوالہ ترجمان القرآن جلد ا صفحہ ۴۰۱۔ مولانا آزاد)

مولانا آزاد نے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور رفع جسمانی اور ان کی آمد ثانی پر قطعی الدلالت اور دو ٹوک بات نہیں کی۔ لیکن بایں ہمہ ہمیں ان کی علمی شخصیت اور خلوص نیت کا پورا اعتراف ہے۔ اور ان کے ارشادات پر صرف نظر کرنا چاہتے ہیں۔ ولنعم ما قیل ؎

عیب رنداں مکن اے زاہد پاکیزہ سرشت
تو چہ دانی کہ پسِ پردہ چہ خوب است چہ زشت

مولانا مودودی کے ارشادات | بَل رَّفَعَہُ اللہُ اِلَیہِ (سورۃ النساء ۱۵۸)

۱۹۵ اس میں جزم و صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح کو قتل کرنے میں یہودی کامیاب نہ ہوئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اٹھا لینے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی۔ قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی۔ اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی۔ اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جا سکتی ہے اور نہ

اثبات لیکن قرآن کے انداز بیان پر غور کرنے سے یہ بات بالکل نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے کہ اٹھائے جانے کی نوعیت وکیفیت خواہ کچھ بھی ہو بہر حال مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ (بحوالہ تفہیم القرآن ج ا صـ ۴۲۰ ۔تالیف مولانا مودودی)

مولانا مودودی کے ارشادات میں یہ توضیح زرا زیادہ نمایاں ہے کہ "مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیر معمولی نوعیت کا ہے"

اور پھر یہ بھی انہوں نے اپنی تفہیم القرآن میں صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ احادیث متواترہ سے مسیح علیہ السلام کا رفع آسمانی جسم وروح کے ساتھ تھا اور اسی طرح احادیث سے ان کا نزول اور آمد ثانی ثابت ہے۔

لیکن باین ہمہ جب انہوں نے یہ کہا کہ

"قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی۔ اور صرف اس کی روح اٹھائی گئی۔ اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات"

تو دشمنوں نے مولانا کے اس ارشاد کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کی رو سے حیات مسیح اور جسم وروح کے ساتھ ان کا رفع آسمانی ثابت نہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب "پیغام صلح" میں لکھتے ہیں کہ

"اب بات بالکل سیدھی سادی ہے۔ قرآن کریم خدا کا قول ہے اور اس کے بعد ساری کتابیں جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے قول بشر میں داخل ہیں۔ خدا کا قول، بشر کے قول پر حاوی اور حکم ہے"

(بحوالہ "پیغام صلح" لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۷۶ء صـ ۳)

مطلب یہ کہ ہمارے ارباب علم و دانش نے عصری تقاضوں سے ماورا ہو کر قرآنی آیات کا منشا ایسے پیرائے میں بیان کیا کہ دشمن نے اس سے غلط فائدہ اٹھانے کی مذموم کوشش کی۔ حیرت تو یہ ہے کہ مرزائی حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کی اس تشریح پر تو فوراً ایمان لے آتے ہیں جو وہ قرآنی آیات کی کیا کرتے ہیں لیکن جب بات ارشادات نبویؐ اور ارشادات محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر آکر ٹھہرتی ہے تو اس سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی مثال اس معشوق ضدی اطوار کی طرح ہے جس کا اس شعر میں بیان کیا گیا ہے ؎

إذا قلت قد أقبلت أدبرت
كمن ليس غادٍ ولا رائحٍ

جب میں کہتا ہوں کہ وہ آ گئی ہے تو وہ پلٹ جاتی ہے
اس آدمی کی طرح جو نہ صبح کو آنے والا ہو نہ شام کو

**مدعی سست گواہ چست** | جناب طالب ہاشمی صاحب نے بندہ کی طرف چند باتیں منسوب کی ہیں مثلاً یہ کہ:۔

"یہ اچھی بات نہیں کہ کسی مسلمان پر تحقیق کئے بغیر غیر ذمہ داری کا الزام لگایا جائے اور اس کے بارے میں یہ بدگمانی کی جائے کہ اس نے ایک مرحوم شخص کے بارے میں غلط بیانی کی ہے۔ یہ مقالہ بلامبالغہ مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق ہے۔"

حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ میرے مقالے میں الزام، بدگمانی اور غلط بیانی کی قسم کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں۔ اور نہ میں اس قسم کے اسلوب بیان اور طرز نگارش کا عادی ہوں۔ میرا طریقہ تو یہ ہے ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

جناب طالب ہاشمی صاحب نے مولانا عبدالماجد مرحوم کے بارے میں جو نکتہ اٹھایا ہے۔ وہ مرزائیوں کے مفاد ہی میں جاتا ہے۔ اور وہ اس کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ میں نے مولانا عبدالماجد مرحوم کے دفاع میں اس لئے قلم اٹھایا کہ وہ اپنی علمی، دینی اور تفسیری خدمات کی بنا پر بلاشبہ ہماری قوم کا بہترین اثاثہ ہیں اور ان کے مرتبہ اور وقار کا تحفظ ہمارا اہم فریضہ ہے۔ اس کے علاوہ میں اس بحث میں حصہ لینے پر اس لئے بھی مجبور ہوا۔ کہ اس بحث کے ذریعہ قادیانیت کی حقیقت کو اور بھی بے نقاب کیا جائے۔ چنانچہ آگے چل کر بہت سے حقائق سامنے آجائیں گے۔

طالب ہاشمی صاحب نے میرے مقالے کو مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق قرار دیا ہے لیکن میں ان کے اس طنز کو بنظر تحسین دیکھتا ہوں کہ انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ میں نے مولانا عبدالماجد سے متعلق ایک حقیقت کے اثبات کے لئے عام معمول سے بڑھ چڑھ کر دلچسپی دکھائی ہے۔ جب کہ اس سے میری کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ تھی۔

**احادیث میں شہادت کی فضیلت و اہمیت** | قرآن و حدیث میں شہادت کی بڑی فضیلت و اہمیت بیان ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاَقِیْمُوا الشَّہَادَۃَ لِلّٰہِ ط (الآیۃ) خدا کے لئے شہادت خوب قائم کرو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت زید بن خالدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ الشُّھَدَاءِ | کیا میں تم کو بہترین گواہوں کا پتہ بتا دوں۔ |
| اَلَّذِیْ یَأْتِیْ بِشَھَادَتِہٖ قَبْلَ | بہترین گواہ وہ ہیں جو دریافت کرنے سے |
| اَنْ یُّسْئَلُھَا۔ | پہلے گواہی دیں اور حق بات کہیں۔ |

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہترین گواہ وہ ہے جو مدعی کے بلائے بغیر آئے اور اس کے حق میں گواہی دے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی تشریح میں "لمعات" میں لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| انّہ محمول علی من عندہ الشہادۃ | یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جس کے |
| لاحد بحق ولا یعلم المدعی انہ | پاس کسی کے حق کے بارے میں شہادت ہو اور مدعی |
| شاھد لہ لمعات بہامش مشکوۃ ص۳۲۷ | کو معلوم نہ ہو کہ وہ اس کا گواہ ہے۔ |

تو ایسا بے لوث اور بے غرض گواہ اگر مدعی کے حق میں گواہی دے تو لسانِ نبوت نے بہترین گواہ قرار دیا ہے

اگرچہ جناب طالب ہاشمی صاحب ایسے گواہ کو

"مدعی سست اور گواہ چست قرار دے رہے ہیں"

اور سنئے فقہاء حنفیہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ مدعی کے طلب کرنے پر گواہی دینا لازم ہے۔ اور اگر گواہ کو اندیشہ ہو کہ گواہی نہ دے گا تو صاحب کا حق تلف ہو جائے گا۔ یعنی اسے معلوم ہی نہیں ہے کہ فلاں شخص معاملہ کو جانتا ہے کہ اسے گواہی کے لئے طلب کرتا تو اس صورت میں بغیر طلب بھی گواہی دینا لازم ہے۔ (بحوالہ درمختار)

حدیث مبارک میں بغیر طلب کے گواہی دینا بہترین قرار دیا ہے اور فقہاء حنفیہ نے یہ استنباط کیا کہ مدعی کو اپنا گواہ معلوم نہ ہو۔ تو اس صورت میں طلب کے بغیر بھی گواہی دینا لازم ہے تاکہ عدم گواہی کی بنا پہ مدعی کا حق نہ ضائع ہو جائے۔

مسلمان شہداء اللہ ہیں اس سلسلے میں ایک اور ارشادِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاحظہ ہو۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ ایک جنازے کے پاس سے گذرے تو صحابہ نے اسے اچھا کہا۔ نبی علیہ السلام فرمایا واجب ہو گئی۔ پھر وہ ایک دوسرے جنازے کے پاس سے گذرے۔ صحابہ نے اسے برا کہا کہ وہ برا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا چیز واجب ہو گئی ۔۔۔؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جنازے کو تم نے اچھا کہا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ اور جس کو تم نے برا کہا اس پر دوزخ واجب ہو گئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔"

اس حدیث مبارک سے یہ حقیقت ثابت ہو گئی کہ مسلمان اللہ کی زمین پر اللہ کے گواہ ہیں ان کی گواہی سے حقوق العباد اور حقوق اللہ ثابت ہو جاتے ہیں اور یہ جس شخص کو اچھا کہیں اور اس کی نیکیاں بیان کریں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اور جس کو کہیں یہ برا تھا اور اس کی برائیاں بیان کریں تو وہ مردود ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں ہر مسلمان کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے حقوق کی حفاظت کرے اور بمقدور بھر اس کی عزت و مرتبہ پر کوئی آنچ نہ آنے دے۔ خصوصاً حقوق رفتگان کا تو خاص طور پر خیال رکھے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردوں کا ذکر خیر کرنے اور ان کی برائیوں سے زبان بند رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| اُذْكُرُوا محاسِنَ مَوتاكُم وَ كُفُّوا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ۔ | اپنے مُردوں کا ذکر خیر کرو۔ اور ان کی برائیاں بیان نہ کرو۔ |

اور بخاری میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| لَا تَسُبُّوا الاموات فَاِنَّهُمْ قَد افضوا الیٰ ما قدموا | تم مُردوں کو گالیاں نہ دو کیونکہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیجے تھے وہ ان کو پہنچ گئے ہیں |

صاحب مرقات نے اس حدیث کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

| | |
|---|---|
| لا تسبوا الاموات ای باللّعن والشّتم و ان کانوا فجّاراً او کفّاراً اِلّا اذا کان موته بالکفر قطعیًّا کفرعون و ابی جهل و ابی لهب (مرقات بہامش مشکوٰۃ ص۱۴۵) | تم اپنے مُردوں کو گالیاں یعنی ان پر لعن طعن نہ کرو۔ اگرچہ وہ فاسق اور کافر ہوں مگر اس کافر پر لعن طعن کی اجازت ہے جس کی موت یقینی طور پر بہ حالت کفر پر واقع ہوئی ہو جیسا کہ فرعون، ابی جہل اور ابی لہب کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ |

مولانا عبدالماجد مرحوم کے محاسن اتنے کثیر ہیں کہ خاص و عام مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ان کی مداح ہے اور ان کی اسلامی خدمات کو نظرِ تحسین دیکھ رہی ہے۔ اور یہ گواہی دے رہی ہے کہ انگریزی اور اردو میں

ان کی لکھی ہوئی دونوں تفسیریں تعلیم یافتہ حضرات، بالخصوص مغرب زدہ طبقہ کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوئی ہیں

**تاج کمپنی کی نظر میں تفسیر ماجدی کی اہمیت** تاج کمپنی برصغیر پاک و ہند کی مشہور و ممتاز کمپنی ہے جو قرآن پاک کی طباعتی خدمات احسن طریقے سے انجام دیتی چلی آرہی ہے۔ تفسیر ماجدی کو بھی اسی کمپنی نے حسن اہتمام کے ساتھ طبع کیا ہے شیخ عنایت اللہ مینجنگ ایجنٹ تاج کمپنی نے تفسیر ماجدی پر "گذارش ناشرین" کے نام سے جو ابتدائیہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاج کمپنی کی نظر میں تفسیر ماجدی کو ایک امتیازی شان اور انتہائی اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں اس ابتدائیے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:۔

" اردو زبان میں بحمد اللہ تراجم اور تفاسیر کی کمی نہیں ہے۔ بہت ہیں۔ بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ لیکن ایک چیز میرے دل میں عرصہ سے کھٹک رہی تھی۔ اردو زبان میں نہ کوئی ترجمہ ایسا تھا، نہ کوئی تفسیر جو جدید تعلیم یافتہ اور یورپ زدہ طبقہ کے درد کا درمان بن سکے۔ بنو عباس کے عہد میں جب یونان کے علوم و فنون ترجمہ ہو کر عربی زبان میں پہنچے تو شک و ریب کا ایک طوفان اٹھا اور وقت کے علماء و صلحاء اس کی روک و تھام میں لگ گئے۔ علم کلام پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور شک و ریب کی نام فتنہ سامانیوں کا استیصال کر دیا گیا۔ ترجمہ و تفسیر کے سلسلے میں ہم آج تک بغیر کسی ترمیم و تغیر کے اسی صدہا برس کے پرانے راستے پر چل رہے ہیں حالانکہ اب حالات بدل چکے ہیں۔ جس طرح یونان کے علوم و فنون نے ارسطو اور جالینوس نے، افلاطون اور بقراط نے، ان کے فلسفہ اور نظریے نے زندگی، عقائد اور اخلاق کے اقدار پر حملہ کیا تھا بالکل اسی طرح عہد جدید میں فرنگی علوم و فنون نے فلسفہ اور نظریہ نے، کانٹ اور ہیگل نے نیٹشے اور برکلے نے، آئن سٹائن، فرائڈ ایڈلر، یونگ نے زندگی، عقائد اور اخلاق کے اقدار پر بے پناہ حملہ کیا۔ ہم چیخے تو بہت، لیکن اس کی روک تھام کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ اس فتنے کی روک تھام میں، ان نظریات کی تغلیط و تکذیب میں شک و ریب کی اس لہر کو کاٹنے میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے جو مغرب کا واشناس ہو۔ مغربی علوم و فنون کا ماہر ہو۔ مغرب کی ذہنیت، فطرت اور مزاج کا راز داں ہو۔ جو خود شک و ریب کی وادیوں میں ٹھوکر کھا چکا ہو۔ جو خود تشکیک کے دریا میں شناوری کر چکا ہو۔ جو لا ادریت کے فلسفہ سے بھی واقف ہو۔ اور عمل سے بھی۔ اور پھر جس نے اسلام کی برتری کے آگے سر جھکا دیا ہو۔

خوش قسمتی سے مولانا عبد الماجد دریا بادی تک میری رسائی ہوئی۔ مولانا علوم مغربی کے ماہر ہیں۔ تاریخ قدیم و جدید پر ان کی بڑی وسیع نظر ہے۔ بائبل کے تمام ادوار ان کی نظر میں ہیں۔ فلسفہ ان کا خاص موضوع

رہا ہے۔ وہ "فلسفۂ جذبات" اور "فلسفۂ اجتماع" جیسی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ وہ ایک عرصہ دراز تک الحاد وتشکیک کی وادی میں بھی سرگرداں رہ چکے ہیں۔ اور اب! وہ ایک مردِ مسلمان ہیں۔ جس دقتِ نظر سے انہوں نے علوم مغربی سیکھے تھے اس سے زیادہ ژرف نگاہی کے ساتھ انہوں نے علوم اسلامیہ میں دستگاہ حاصل کی۔ اب اسلام ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ ان کی زندگی اسلام کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ رچی ہوئی ہے بسی ہوئی ہے ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔

مولانا نے تن تنہا اس کارِ عظیم کا بارِ گراں اپنے دوشِ ناتواں پر اٹھا لیا۔ سالہا سال کی عرق ریزی اور دیدہ کاوی کے بعد انہوں نے اردو زبان میں قرآن پاک کی ایسی تفسیر تحریر فرمائی جو مغرب زدہ طبقہ کے لئے آبِ حیات سے کم نہیں۔ یہ تفسیر ان تمام امراض کا کافی اور شافی علاج ہے جو مغرب کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور جو انسان کے عقائد وخیالات کو مسموم اور ذہن ودماغ کو مفلوج کر دیتے ہیں۔

مولانا کے اس ترجمہ وتفسیر کے بارے میں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان وپاکستان کے علمائے دین اس کارنامے کی داد دے چکے ہیں۔ نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایتیں اور صلاحیں خاص طور پر، قدم قدم پر مولانا کو حاصل ہوتی رہیں۔ اس طرح یہ ترجمہ اور تفسیر اپنے اندر ایک خاص شانِ امتیاز رکھتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

**مولانا مرحوم اکابر کی نظر میں** مولانا عبدالماجد دریا بادی کا مرتبہ برصغیر کے اکابر علمائے دین کی نظر میں بہت بلند ہے۔ ان کو انگریزی اور عربی پر پورا عبور حاصل تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کا معتدبہ حصہ اور اپنی تمام توانائیاں قرآن مجید کی خدمت میں صرف کیں۔ انگریزی کے علاوہ ان کی اردو تفسیر کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جو پاکستان اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچ چکے ہیں۔ اور تعلیم یافتہ اور یورپ زدہ طبقے کے علاوہ عام دینی اور تحقیقی ذوق رکھنے والے فضلاء بھی اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر شیخ محمد اکرم ایم اے نے برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ پر تین قابلِ قدر کتابیں لکھی ہیں موصوف حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر واذکار کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

> "آپ کے پُرجوش مریدوں میں سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریاآبادی اور مولانا عبدالباری ندوی جیسے عالم، فاضل بزرگوں کے نام آتے ہیں" (موج کوثر ص ۲۰۵)

علامہ اقبال کی ہمہ گیر شخصیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ لیکن شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں کہ:۔

" اس (اقبال) نے کئی باتوں میں تو معتزلہ طریقوں سے اسلاف کیا اور بعض امور میں اکبر الہ آبادی ۔ سید سلیمان ندوی اور مولوی عبدالماجد دریاآبادی کی متابعت کی "
(موج کوثر ص۲۹۷)

" موج کوثر " کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو جس میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالماجد دریا بادی کے درمیان اس اختلاف کو ظاہر کیا گیا ہے ۔ مولانا عبدالماجد نے اپنی مشہور کتاب " فلسفۂ جذبات " کے چند اجزاء " الہلال " میں شائع کرائے جس میں ایک انگریزی لفظ کا ترجمہ " حظ و کرب " کیا ۔ مولانا ابوالکلام نے اس سے اختلاف کیا ۔ اور " لذّت و الم " کی ترکیب کو اظہار مطلب کے لئے زیادہ موزوں قرار دیا ۔ اسے مولانا عبدالماجد نے تسلیم نہ کیا ۔ اور اپنی رائے کی تائید میں دلائل دئے ۔ اس پر مولانا آزاد نے ایک مضمون " الفتنۃ اللغویۃ " ترتیب دیا ۔ لیکن شیخ محمد اکرم نے بحث کے نتیجے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ :۔

" دو لفظوں کے ترجمے کے متعلق مولانا عبدالماجد کا اختلاف آخر اتنا سنگین جرم نہ تھا کہ اسے ایک بڑا فتنہ قرار دیا جائے لیکن یہ مولانا کا زور قلم تھا جس نے ع

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا (موج کوثر ص۲۵)

ملتان کے مشہور مصنف منشی عبدالرحمٰن خان اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ :۔

" قدرت کا یہ انتظام دیکھا کہ وہ بسا اوقات ایسے حضرات سے خدمت دین وقرآن لیتی ہے جو ان کے منکر یا مخالف ہوتے ہیں ۔ جیسے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی ، مولانا احمد علی لاہوری ؒ کو غیر مسلموں کی صفوں سے مولانا عبدالماجد دریاآبادی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو دہریوں کے نرغوں سے نکال کر مفسر قرآن اور داعی اسلام بنا دیا ۔ سبحان اللہ وبحمدہ (چند ناقابل فراموش شخصیات ص۱۶۵)

**شیخ الاسلام مولانا مدنی کی توجہات عالیہ**

اب ہم اس ضمن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے صرف دو مکتوبات شریفہ کا حوالہ دیتے ہیں جو انہوں نے حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مقدسہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے دوران مولانا عبدالماجد دریا بادی کے نام ارسال فرمائے تھے ۔

" مکتوبات شیخ الاسلام " کے نام سے جو مجموعہ شائع ہو چکا ہے یہ دونوں مکتوبات اس میں موجود ہیں اس کے علاوہ حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز مولانا قاضی مظہر حسین صاحب سرپرست ماہنامہ " حق چار یار " نے بھی اپنے رسالے میں ان دونوں مکتوبات کو شائع کیا ہے ۔ جو " حق چار یار " کے چھ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں ۔ ہم ذیل میں ان مکتوبات

مبارکہ کے چند مختصر اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

"محترما! اصل الاصول نماز و زکوٰۃ کے علاوہ روزہ اور حج ہیں۔ روزہ محبوبیت کی منزلِ اول اور حج منزلِ
ثانی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عاشق پر اولین فریضہ ہی ہے کہ اغیار سے قطع تعلق کیا جائے۔ چونکہ روزہ
میں ملحوظ رکھا گیا ہے دن کو اگر صیام کا حکم ہے تو رات کو قیام کا حکم ہے اور آخر میں اعتکاف نے آکر رہے
سہے تعلقات کا بھی خاتمہ کر دیا"

"اس کے بعد ضروری ہے کہ دوسری منزل کی طرف قدم بڑھایا جائے۔ یعنی کوچۂ محبوب اور اس کے
در و دیار کی جبہ سائی کا فخر حاصل کیا جائے اس لئے صیام کے ختم ہوتے ہی ایام حج کی ابتداء ہوتی ہے جس کا اختتام
یوم نحر (قربانی) پر ہے۔ کوچۂ محبوب کی طرف اس عاشق کا سفر کرنا جس نے تمام اغیار کو ترک کر دیا ہو اور سچے
عشق کا مدعی ہو، معمولی طریقہ پر نہ ہو گا۔ نہ ان کو سر کی خبر ہو گی نہ پیر کی نہ بدن کے زیب و زینت کا خیال ہو گا"

"کوچۂ محبوب میں پہنچے ہیں تو اس کے در و دیوار کے ارد گرد پوری فریفتگی کے ساتھ چکر لگاتے ہیں۔
لطف پہ سر ہے تو کہیں در و دیواروں اور پتھروں پر لب"

میرے محترم! یہ تھوڑا سا خاکہ حج اور عمرہ کا ہے۔ اگر دل میں تڑپ اور سینہ میں درد نہ ہو تو زندگی
ہیچ ہے یہاں عقل کے ہوش گم ہیں جس قدر بھی بے عقلی اور شورش ہو گی اور جس میں بھی اضطراب اور
بے چینی ہو گی اسی قدر یہاں کمال شمار کیا جائے گا ؎

کفر کافر را و دین دیندار را
ذرہ دردت دلِ عطار را

میں نے آپ کا بہت وقت ضائع کیا اگر میری عرض غلط ہو، پھاڑ کر پھینک دیجئے اور ان بزرگ
دریا آبادی کلمات تعویذ جاں بنا لیجئے۔ اور اگر اس میں کوئی جھلک صداقت اور واقفیت کی معلوم ہو تو مولانا عبدالباری
صاحب ندوی اور حکیم عبدالعلی صاحب کو بھی دکھلا دیجئے الخ (بحوالہ "حق چار یار" لاہور بابت جون جولائی ۱۹۸۹ء)

حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کے ان مکتوبات کی روشنی میں فیصلہ کیجئے کہ مولانا دریا بادی علم و تقویٰ اور سلوک و طریقت کے کتنے بلند مقام پر فائز
تھے حضرت مدنی ان کو حرمین شریفین سے یاد کر رہے ہیں اور ان کے نام دعا با برکت اور خلوص و محبت سے لبریز خطوط بھیج رہے ہیں حقیقت
یہ ہے کہ مولانا دریا آبادی حضرت تھانوی اعلی اللہ مقامہ کے مرید خاص اور مقبول نظر تو تھے ہی۔ حضرت مدنی کی بارگاہ عالیہ میں بھی محبوبیت
کا مقام رکھتے تھے اور معلوم ہے کہ بمصداق "لا یشقی جلیسہم" بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین کے ہمنشیں اور صحبت یافتہ محروم نہیں ہوتے
؎ روشن از پرتوِ رویت نظرے نیست کہ نیست منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست

(جاری ہے)

# محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

## بندرگاہ کراچی

## جہازرانوں کی جنت

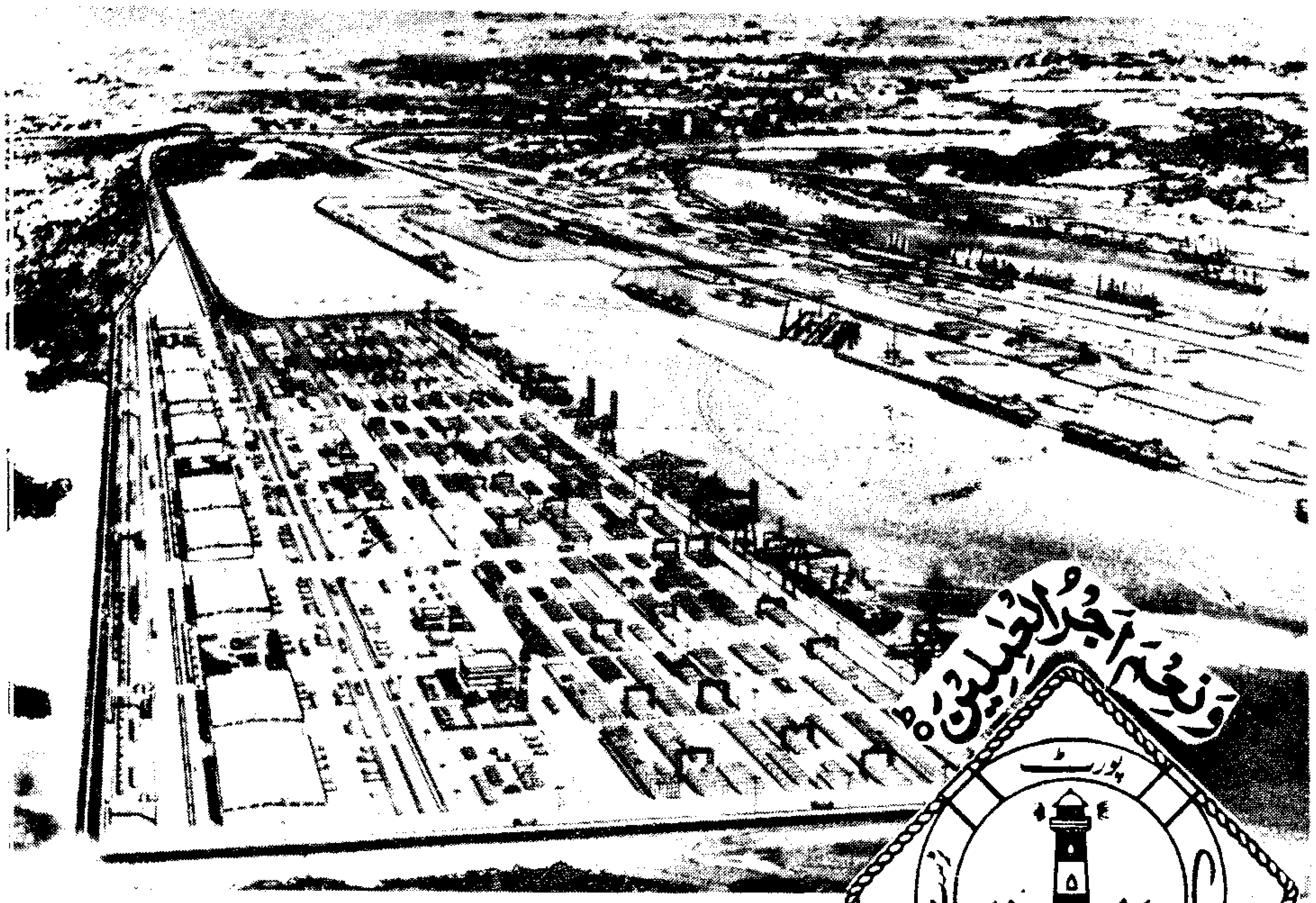

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

## ۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

4 / 88. PID - Islamabad

PARAGON